ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲ر اکتوبر ۱۹۵۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ چار آنے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

سجدہ سہو کا بیان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ جَآءَهُ الشَّیْطٰنُ فَلَبَسَ عَلَیْهِ حَتّٰی لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ (متفق علیه)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو شیطان آتا اور اس کو شبہ میں ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو یہ یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ پس جب تم میں سے کسی کو ایسی حالت پیش آئے تو وہ بیٹھ کر دو سجدے کر لے یعنی سجدہ سہو۔

سجدہ سہو کا طریقہ

عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰی صَلٰوتَیِ الْعَشِیِّ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَلٰکِنْ نَسِیْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰی خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَاتَّکَاَ عَلَیْهَا کَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَشَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَیْمَنَ عَلٰی ظَهْرِ کَفِّهِ الْیُسْرٰی وَخَرَجَتْ سَرَعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِی الْقَوْمِ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ اَنْ یُّکَلِّمَاهُ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ فِیْ یَدَیْهِ طُوْلٌ یُّقَالُ لَهٗ ذُو الْیَدَیْنِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِیْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَکَمَا یَقُوْلُ ذُو الْیَدَیْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَکَبَّرَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَکَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَیَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ اُخْرٰی لَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ کُلُّ ذٰلِكَ لَمْ یَکُنْ فَقَالَ قَدْ کَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ ابن سیرینؒ ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے ایک نماز (جس کا نام ابوہریرہؓ نے بتایا تھا۔ لیکن میں بھول گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پڑھائی اور دو رکعتیں پڑھ کر آپؐ نے سلام پھیر دیا اور اٹھ کر اس لکڑی کے سہارے کھڑے ہو گئے جو عرض میں لگی ہوئی تھی۔ آپ کی حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ غضبناک ہیں آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ میں ڈال لیا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیں اور بائیں ہاتھ کی پشت پر اپنا داہنا رخسار رکھ لیا اور جلد باز لوگ جو نماز کے فوراً ہی بعد چلے جاتے تھے اٹھ اٹھ کر مسجد کے دروازوں سے باہر جانے لگے۔ صحابہؓ نے آپس میں کہا کیا کم ہو گئی نماز مسجد کے اندر جو لوگ موجود تھے۔ ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے۔ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتے خوف معلوم ہوا۔ لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے ہاتھ لمبے تھے اور اس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ بھول گئے یا نماز ہی میں کمی ہو گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہ تو میں بھولا اور نہ نماز کم ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے اور تمہارا بھی یہی خیال ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ ذوالیدین نے ٹھیک کہا۔ (یہ سن کر) آپ مصلے کی جانب بڑھے اور بقیہ نماز پڑھائی۔ پھیر سلام پھیرا پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا مثل سجدہ نماز کے۔ بلکہ اس سے کسی قدر دراز۔ پھر سر کو اٹھایا اور پھر اللہ اکبر کہا۔ اور سجدہ کیا نماز کے سجدہ کی مانند یا اس سے کسی قدر دراز۔ پھر سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا۔ راوی ابن سیرینؒ سے لوگوں نے بار بار پوچھا کہ کیا اس کے بعد آپؐ نے سلام پھیرا ابن سیرین ہر بار جواب میں یہ کہتے کہ مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ عمران بن حصینؓ نے یہ کہا کہ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَیْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ لَمْ یَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰی اِذَا قَضَی الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِیْمَهٗ کَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ (متفق علیه)

ترجمہ۔ عبداللہ بن بحینہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت پڑھ کر (قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے) آپؐ کھڑے ہو گئے۔ صحابہؓ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے اور سلام پھیرنے کا وقت آیا تو صحابہؓ نے تکبیر کہی اور آپؐ نے دو سجدے سلام سے پہلے کر لئے

عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ فَاِنْ ذَکَرَ قَبْلَ اَنْ یَّسْتَوِیَ قَائِمًا فَلْیَجْلِسْ وَاِنِ اسْتَوٰی قَائِمًا فَلَا یَجْلِسْ وَیَسْجُدُ سَجْدَةَ السَّهْوِ

(رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے۔ یعنی قعدہ نہ کرے اور اس سے پہلے کہ ابھی سیدھا کھڑا نہیں ہوا ہے۔ اس کو یاد آ جائے تو وہ بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تو نہ بیٹھے۔ اور دو سجدے سہو کے کر لے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء | شمارہ ۳۰

اسلامی ریسرچ کا مرکزی ادارہ

ایک خبر مظہر ہے کہ "حکومت پاکستان نے اسلامی ریسرچ کا ایک مرکزی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو اسلامی علوم "تاریخ فکر اور تمدن پر ریسرچ کرے گا۔ اور ان مضامین پر تحقیق کے نتائج میں ہم آہنگی پیدا کرے گا۔ حکومت نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ اس مرکزی ادارہ کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور اور اقبال اکیڈمی کراچی کا اپنے ساتھ الحاق کرے وزارت تعلیم کے ایک پریس نوٹ کے مطابق اسلامی ریسرچ کے اس مرکزی ادارہ کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے (۱) اسلام کی وضاحت کرنا اور اس مقصد کے لئے اسلام کے بنیادی اصولوں کی استدلالی اور بے تعصبی کی بنیاد پر اشاعت کرنا اور عالمی اخوت رواداری اور معاشرتی انصاف کے بنیادی اصولوں کی اہمیت کی وضاحت (۲) اسلامی تعلیمات کی اس طرح تشریح کرنا کہ ذہنی اور سائنٹفک ترقی کے موجودہ دور کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے اسلام کے متحرک ہونے کی خصوصیت اجاگر ہو جائے (۳) اس بات کی تحقیق کہ دنیا میں انسانی فکر سائنس اور تمدن کو ترقی دینے میں اسلام نے کیا حصہ لیا ہے۔ تاکہ مسلمان پھر ایک مرتبہ ان شعبوں میں اپنی نمایاں حیثیت دوبارہ حاصل کر لیں (۴) اسلامی تاریخ فلسفہ۔ قانون اور فقہ میں ریسرچ کی ہمت افزائی کرنا۔"

حکومت اس ادارہ کا نظم و نسق چلانے کی غرض سے گورنروں کا ایک بورڈ مقرر کرے گی۔ صدر مملکت بورڈ کے سرپرست اعلیٰ اور وزیر تعلیم گورنروں کے بورڈ کے بر بنائے عہدہ چیئرمین ہوں گے۔ بورڈ کے اراکین کی تعداد آٹھ ہوگی۔ ان میں سے دو یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر ہوں گے اور مجوزہ سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کراچی انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور اور ڈھاکہ کے اسی قسم کے مجوزہ ادارہ کا ایک ایک رکن بھی شامل ہوگا۔ کراچی۔ ڈھاکہ اور لاہور کے اداروں اور اقبال اکیڈمی کی ریسرچ اور یونیورسٹیوں میں معارف اسلامیہ کی پوسٹ گریجویٹ ریسرچ کے نتائج کو ہم آہنگ کرنے کے لئے حکومت ایک کمیٹی مقرر کرے گی۔ اس کمیٹی کے چیئرمین کو حکومت نامزد کرے گی۔ اس کے ممبروں میں کراچی ڈھاکہ اور لاہور کے اداروں اور اقبال اکیڈمی کے چار ڈائرکٹرز۔ ان اداروں کے گورنروں کے بورڈوں کے چار نمائندوں تین پاکستانی یونیورسٹیوں میں معارف اسلامیہ کے شعبوں کے سربراہوں کو حکومت نامزد کرے گی۔ ان کے علاوہ تین اور ممبر نامزد کئے جائیں گے۔

حکومت یہ محسوس کرتی ہے۔ کہ فلسفہ سائنس مذہب اور تمدن کے شعبوں میں مسلمانوں کی سابقہ کامیابیوں کا مطالعہ محض کتبی نکتہ نگاہ ہی سے ضروری نہیں بلکہ تحقیق اور حصول علم کے اس جذبہ کو بیدار کرنا نہایت اہم ہے جو درخشاں دور کے مسلمانوں میں تھا۔ جب تک ہم اس جذبہ کو بیدار کرکے نہیں اپنائیں گے۔ اس وقت تک ہم اسلام کی متحرک خصوصیات اور جذبہ اور جدید زمانے کی زندگی میں اس کے کردار کی تشریح ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ سائنٹفک ترقی کے اس دور میں فکر و عمل کا جمود ہمیں انسانی علم میں اضافہ کرنے سے روک دے گا۔ یہ بات نہایت اہم ہے کہ ہمارے ریسرچ اسکالروں کو وہ اسباب معلوم کرنے چاہئیں۔ جن کی بناء پر اسلام کی قوت اور علم میں معجزانہ اضافہ ہوا اور پھر اسے تیز رفتاری سے زوال ہوا اس ادارہ کی خاص ذمہ داری یہ ہوگی۔ کہ وہ ان ممتاز مسلمانوں کے کام کے متعلق صحیح معلومات اور مواد جمع کرے۔ جنہوں نے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں نیز مسلمان عالموں میں تحقیق اور حصول علم کے جذبہ کو بیدار کرے۔ "تاریخ عالم میں اسلامی تہذیب اور تمدن بہت بڑی قوتوں کی حیثیت سے کارفرما رہی ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس ادارہ کے قیام پر حکومت کو مبارکباد کا مستحق نہیں سمجھتے۔ ہماری رائے میں یہ ادارہ حکومت اور پاکستانی مسلمان کو کعبہ کی بجائے ترکستان کی طرف لے جائے گا۔

اسلام دین فطرت ہے اسکی صاف اور سادہ تعلیم کا منبع قرآن مجید ہے۔ جس کی شرح احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دونوں چیزیں محفوظ ہیں۔ اوّل تو ان میں کسی قسم کی ریسرچ کی ضرورت ہی نہیں۔ محدثین حضرات۔ آئمۂ کرام۔ اور سلف صالحین نے کتاب وسنت کے متعلق کافی سے زیادہ ریسرچ کر رکھی ہے اور ان کی ریسرچ کا بہت بڑا ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اس ذخیرے سے یورپ نے جو فائدہ حاصل کیا ہے۔ اس کی طرف علامہ اقبال مرحوم نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھو ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

اگر حکومت مزید ریسرچ کی ضرورت محسوس کرتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس ادارہ کی رکنیت کے لئے ان حضرات کا انتخاب کرے جن کا علم اور عمل دونوں کتاب وسنت کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ہم حیران ہیں۔ کہ حکومت نے دوسرے معاملات میں جس تدبر کا ثبوت دیا ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے اس تدبر کو خدا جانے کیوں بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ زرعی کمیشن تعلیمی کمیشن۔ قانونی کمیشن وغیرہ کی رکنیت کے لئے تو ماہرین کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اس ادارہ کیلئے کتاب و سنت کے ماہرین کی ضرورت کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اب تک جن حضرات کی نامزدگی کا اعلان کیا گیا ہے۔ ان میں سے اکثریت کا علم ناقص ہونے کے علاوہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور عمل کے لحاظ سے وہ بالکل کورے ہیں۔ ان کی ساری زندگی مغربی ماحول میں گذری ہے۔ ان کے دل و دماغ پر یورپین تہذیب و تمدن کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ ان کو اسلام سے برائے نام تعلق ہو تو ہو۔ لیکن قلبی تعلق ہرگز نہیں
انہوں نے دین کب سیکھا ہے جاکر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

باقی بر صفحہ ۶

عزیز القاسمی خانیوال

طلوعِ صبحِ سعادت

۱

جو بہارِ جانفزا ہے وہ رسول　　پیکرِ خلق و حیا ہے وہ رسول
احمدِ خیر الوریٰ ہے وہ رسول　　جو امام الانبیاء ہے وہ رسول
آ گئے وہ مہبطِ روح الامیں،
آ گئے وہ رحمۃ للعالمین،

۲

رحمتِ ہر دوسرا شاہِ اُمم　　جس کے آگے گردنِ طغیاں ہے خم
باعثِ تخلیقِ عالم جن کا دم　　بالیقیں وہ چشمۂ فیض و کرم،
جس نے بخشا یہ شعورِ زندگی
ساتھ لائے جو نویدِ سرمدی

۳

جامِ "لاالٰہ" پلانے کے لیے　　شرک سے سب کو بچانے کے لیے
کفر کے ایوان ڈھانے کے لیے　　جو "صراطِ حق" دکھانے کے لیے
احمدِ مرسل نبیٔ تاجدار
آ گئے ہیں وہ رسولِ روزگار

۴

جو شفیقِ عاصیاں ہے وہ رسول　　خاتمِ پیغمبراں ہے وہ رسول
رازدارِ کن فکاں ہے وہ رسول　　جو امیرِ کارواں ہے وہ رسول
جس نے قصرِ شیطنت کو ڈھا دیا
جس نے بختِ آدمی چمکا دیا

۵

جس کے دم سے کفر و طغیاں دور ہے　　جس کے دم سے یہ چمن مسرور ہے
جس کے دم سے یہ فضا پُرنور ہے　　جس کے دم سے یہ جہاں معمور ہے

جس کے صدقے سے عزیزِ خستہ حال
مل گئی وہ تجھ کو دولت لازوال

سوزِ جگر

مرے دل میں یہ کیسی آتشِ غم اب لگائی ہے
یہ کیسی آرزو یارب مرے دل میں سمائی ہے

تمنّا ہے پہنچ کر جان نکلے کوئے طیبہ میں
پریشاں سوزِ فرقت نے مری حالت بنائی ہے

مرے دردِ جگر کا بالیقیں درماں وہیں ہوگا
جہاں بیمارِ دنیا نے سدا تسکین پائی ہے

کبھی تیرا گذر ہو گر نسیما جانبِ بطحا،
تو کہنا فرقتِ غم کی گھٹا ہر آن چھائی ہے

زباں سے دفعتاً صلِّ علےٰ صلِّ علےٰ نکلا
نویدِ جانفزا کیسی ہوائے صبح لائی ہے

عزیز القاسمی خانیوال

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

طریقت کا مقصد اخلاص کی تکمیل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْد

ذکر جہر کا فائدہ

پہلی چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر جہر کا فائدہ کیا ہے۔ ذکر دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ ۱۔ ذکر خفی۔ ۲۔ ذکر جلی (جہر) خواص جن کی اصلاحِ باطن ہو چکی ہے۔ وہ خاموش بیٹھ کر بھی ذکر الٰہی کریں تو ان کے دل میں وساوس و خطرات پیدا نہیں ہوتے عوام اگر خاموش بیٹھ کر ذکر الٰہی کریں تو ان کا وساوس و خطرات سے بچنا مشکل ہے۔ اس لئے اہل اللہ نے ذکر جہر تجویز فرمایا ہے کہ ذاکر کے دل میں وساوس و خطرات پیدا نہ ہوں۔ ذکر جہر میں کان بھی ادھر متوجہ ہوتے ہیں اور زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے۔ جس ذکر میں وساوس و خطرات آتے رہیں۔ اس کے متعلق کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

جنّت کا ٹکٹ

دوسری چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجلس ذکر میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالٰے جنت کا ٹکٹ عطا فرما دیتے ہیں اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کئی بار عرض کر چکا ہوں (ملاحظہ ہو ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور۔ مورخہ ۲۸ر اگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۹) اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰے ذکر الٰہی کرنے والی جماعت کو مغفرت کا تمغہ عطا فرما دیتے ہیں۔ گویا ہر جمعرات کو یہاں آنے سے اللہ تعالٰے جنت کا ٹکٹ عطا فرما دیتے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ ٹکٹ ہمارے ہاتھ میں ہی رہے۔ کہیں گر نہ جائے جس طرح ہر مسافر ٹکٹ خرید کر گاڑی میں سوار ہوتا ہے۔ لیکن بعض مسافر لاپرواہی سے ٹکٹ کھو بیٹھتے ہیں۔ جب ٹکٹ چیک کرنے والا ٹکٹ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے ٹکٹ خریدا تھا۔ لیکن کہیں گر گیا ہے۔ ٹکٹ چیک کرنے والا جواب دیتا ہے۔ مجھے کیا معلوم آپ نے ٹکٹ خریدا بھی تھا یا نہیں۔ وہ اس مسافر کو کرایہ وصول کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اسی طرح بعض اوقات انسان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اور جنت کا جو ٹکٹ اس کو عطا ہوا تھا۔ وہ کھویا جاتا ہے۔

اس کا ثبوت

قرآن مجید میں موجود ہے۔ منافقین کے متعلق اللہ تعالٰے فرماتے ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (سورۃ المنٰفقون ع ۱۔ پ ۲۸)۔ (ترجمہ۔ یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے۔ پھر منکر ہو گئے۔ پس ان کے دلوں پر مُہر کر دی گئی۔ پس وہ نہیں سمجھتے)۔ اللہ تعالٰے خود منافقین کے ایمان کی شہادت دے رہے ہیں۔ لیکن بعد میں اپنی شامت اعمال کے باعث اپنا ایمان کھو بیٹھے۔

ایک واقعہ

حضرت امروٹی ؒ ایک بار حج کے لئے جا رہے تھے۔ اسی جہاز میں پنجاب کے ایک پیر صاحب بھی حج کے لئے جا رہے تھے یہ پیر صاحب بھی صاحبِ دل تھے۔ ان کا ایک خادم بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ یہ خادم بڑا مخلص تھا اور اپنے پیر صاحب کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ خدا کی قدرت اس خادم کا جہاز میں انتقال ہو گیا اور مرتے وقت کسی گناہ کی شامت کے باعث اس کا ایمان سلب ہو گیا۔ دونوں بزرگ حیران تھے کہ خدا جانے کس گناہ کی شامت پڑی۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

استقامت کا درجہ

کرامت سے اونچا ہے۔ اسی لئے صوفیاء کرام فرمایا کرتے ہیں۔ اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ (ترجمہ۔ استقامت طلب کرو اور کرامت نہ طلب کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے)۔ دنیادار کو چونکہ استقامت کی فوقیت کا علم نہیں۔ اس لئے اسکی نظر کرامت پر ہوتی ہے۔ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ تعالٰے جب چاہتے ہیں۔ ولی کے ہاتھ سے کرامت ظاہر کر دیتے ہیں۔ لیکن استقامت صاحب استقامت کو دے دی جاتی ہے۔ وہ ہر وقت صاحب استقامت کے ساتھ رہتی ہے۔ یہ دونوں ضمنی چیزیں تھیں اب میں اصل چیز جو آج عرض کرنا چاہتا ہوں اس کی طرف آتا ہوں

طریقت و حقیقت کی غرض

ہمارے پنجاب میں ایک ہی مجدد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں۔ آج میں ان کے مکتوب ۳۶ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اصل مکتوب فارسی زبان میں ہے اور حاجی محمد صاحب لاہوری ؒ کے نام ہے۔ اس مکتوب کی ابتداء میں مجدد صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین جزء ہیں۔ ۱۔ علم۔ ۲۔ عمل۔ ۳۔ اخلاص۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ طریقت و حقیقت جن کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں دونوں شریعت کے جزء سوم یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ پس ان دونوں کی تحصیل سے غرض تکمیل شریعت ہی ہے نہ کہ کوئی اور امر علاوہ شریعت کے"

انسان کی تکمیل

تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ۱۔ علم دین۔ یعنی اسلام کیا چیز ہے۔ ۲۔ علم دین کے مطابق عمل۔ ۳۔ عمل میں اخلاص

علم دین کا اصل منبع قرآن مجید ہے اسکی شرح احادیث ہیں۔ دونوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا) (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الفصل الثالث)۔ (ترجمہ۔ حضرت مالک ؒ بن انس ؓ سے بطریق مرسل روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جبتک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ تعالٰی کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول ؐ کی

سنت (حدیث)۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انسانیت کا رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ اگر کوئی اللہ کا جامع بندہ مل جائے تو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ الآیہ۔ (سورۃ الجمعۃ ۲۸)۔ (وہ پیغمبر) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا ہے) تعلیم اور چیز ہے۔ تزکیہ اور چیز ہے آپؐ صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے اور ان کو امراض روحانی سے پاک کرتے تھے۔ اب بھی آپؐ کی امت میں بعض اللہ کے بندے جامع ہوتے ہیں۔

قرآن کی تعلیم

سے انسان انسان بنتا ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ جو متبع قرآن نہیں وہ سب کچھ ہوگا۔ مگر انسان نہیں ہوگا۔ وہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالےٰ جانتے یا اسکے وہ بندے جنکو وہ نور باطن عطا فرماتا ہے جنہیں یہ تمیز ہو سکتی ہے میں نے اس طرح کے نور باطن والے دو بزرگوں کی زیارت کی ہے۔

ایک دفعہ میں لاہور کے سریاں۔ اوجھریاں والے بازار سے کشمیری بازار کی طرف آ رہا تھا تو راستہ میں ایک سفید ریش اور پستہ قد بزرگ ایک دوکان کے تھڑے پر تشریف فرما تھے۔ مجھے انہوں نے کلائی سے پکڑ لیا اور فرمایا تشریف رکھئے۔ میں بھی اسی دروازہ کا غلام ہوں جس کے آپ ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ میرے پیر بھائی ہیں۔ ان کو میرے پیر بھائی ہونے کی خوشبو آئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ مولوی صاحب میں یہاں بیٹھا رہتا ہوں۔ جو لوگ یہاں سے گذرتے ہیں۔ ان میں کوئی سئور کوئی کتا اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ ایک دوسرے بزرگ تھے۔ وہ کبھی کبھی مجھے ملنے اس مسجد میں آیا کرتے تھے تو فرماتے آپ سے ملنے کے لئے آتا ہوں۔ راستہ میں کوئی کتا کوئی سئور اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ انسان جیسے اعمال کرتا ہے۔ ویسے ہی اللہ والوں کو نظر آتا ہے۔ تم سمجھتے ہو دو ٹانگوں سے انسان بن جاتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ جب اس نے انسانی شکل عطا فرمائی ہے تو مجھے اور آپ کو حقیقت میں انسان بھی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین۔ جن احباب نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ ان کو یاد ہوگا کہ بیعت کے وقت ان سے کہا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھو اور باقی ہر چیز کو دل سے نکال دو۔ نہ زمین رہے نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے نہ شیطان رہے اس کے بعد پھر کہو اللہ ھُو اور اللہ ھُو کی ضرب دل پر لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ إِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (ترجمہ۔ بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے) اس لئے اہل اللہ دل پر چوٹ لگواتے ہیں۔ اگر کونین۔ نمک مرچ وغیرہ کے ذرہ میں تاثیر ہے۔ تو جب ایک ہزار مرتبہ روزانہ اللہ ھُو کی چوٹ دل پر لگے گی تو کیا اس کا اثر نہ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کا نام پتھر پر پڑے تو اس کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بکثرت لینے سے فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جاتی ہے اور غیر اللہ دل سے نکل جاتا ہے۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

جب تلوار کی لڑائی تھی تو سپاہی کے دو ہتھیار تھے۔ ۱۔ تلوار۔ ۲۔ ڈھال۔ تلوار سے وہ دشمن پر وار کرتا تھا۔ اور ڈھال پر اس کے وار کو روکتا تھا۔ اسی طرح اللہ والے تبلیغ سے شیطان پر وار کرتے ہیں اور اخلاص کی ڈھال پر اس کے وار کو روکتے ہیں۔ اگر اخلاص نہ ہو تو عمل صالح میں نقص رہ جاتا ہے۔ شیطان عمل صالح کو ریا سے برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

اخلاص

غرضیکہ اخلاص اللہ والوں کی صحبت میں پیدا ہوتا ہے۔ اخلاص کامل کی توجہ طالب صادق کی ریاضت اور اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے اخلاص پیدا ہو جاتا ہے کیمیا بنانے کے لئے جن دوائیوں کی ضرورت ہے۔ وہ سب پنساری کی دوکان سے مل جاتی ہیں۔ لیکن جب تک کیمیاگر کیمیا بنانے کا طریقہ نہ سکھلائے کیمیا نہیں بنتا۔ اسی طرح اخلاص کے لفظ سے تو سب واقف ہیں۔ لیکن جب تک کامل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اخلاص پیدا نہیں ہوتا۔ شیطان ہر انسان کے ساتھ ہے۔ وہ دل میں ریا لاتا ہے۔ مثلاً آپ تقریر کر رہے ہیں۔ ایک شخص تقریر کے دوران آیا شیطان آپ کے دل میں خیال لائے گا کہ یہ شخص کہے گا کہ آج تقریر بڑی موزوں تھی۔ یہ ریا ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہے تو شیطان کے وار کو محسوس کرے گا اور اس کو اخلاص کی ڈھال پر روکے گا۔

کامل کی صحبت میں خاموش بیٹھنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ طریقت دین سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ انسان عمل صالحہ کرتا ہے اور شیطان ریا لاتا ہے۔ عام انسان نہیں سمجھتے۔ ان پر سندھی زبان کی ایک ضرب المثل صادق آتی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اندھی پیستی گئی اور کتیا چاٹتی گئی۔ وہ نیک کام کرتے جائیں گے۔ اور شیطان ریا سے ان کو برباد کرتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو علم۔ عمل اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

ان حالات میں ان حضرات کی ترویج کے متعلق ہم یہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کا یورپین ایڈیشن تیار کرنے کے علاوہ اس کی صحیح خدمت ہرگز نہ کر سکیں گے۔

ہمارے یہ خدشات کسی بدگمانی کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ اسی قسم کے دوسرے اداروں کے متعلق سابقہ تجربے پر مبنی ہیں ہمارے سامنے ادارۂ ثقافت اسلامی اور اقبال اکیڈمی کی کارکردگی کا نتیجہ موجود ہے۔ اس کی بنا پر ہم ان خدشات کا اظہار کرنے میں حق بجانب ہیں۔ ادارۂ ثقافت اسلامی اور اقبال اکیڈمی دونوں کو اب مرکزی ادارہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

آخر میں ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر وہ واقعی چاہتی ہے کہ اسلام ایک بار پھر دنیا کے باقی مذاہب پر غلبہ حاصل کرے تو اس کو چاہیئے کہ اس ادارہ کی از سر نو تشکیل کرے۔ اور اسلام کا درد رکھنے والے ماہرین کتاب و سنت کو اس ادارے کی رکنیت کے لئے منتخب کرے

و ما علینا الا البلاغ

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۱ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۵۹ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بہشت میں فقط اُن لوگوں کو داخل کرے گا۔ جو اس کی اصطلاح میں عقلمند ہونگے

تمہید

برادران اسلام! میں کئی مرتبہ درس قرآن مجید میں عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ جس عقل سے دنیا میں کام لیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بھی اسی عقل سے کام لیا کرو۔ تو انشاء اللہ ہدایت پاؤ گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اور اگر خدا نخواستہ دنیا کے کاموں میں تو عقل خداداد سے کام لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے تعلق میں عقل خداداد کو تہ کرکے رکھ دیا۔ تو مارے جاؤ گے۔ نعوذ باللہ پھر دوزخ کا مُنہ دیکھنا پڑے گا۔

مثلاً

دنیا کے معاملہ میں آپ چاہتے ہیں کہ بیٹا عقلمند عطا ہو۔ بیوقوف نہ ہو۔ بیٹی عقلمند ہو۔ بیوقوف نہ ہو۔ بیوی عقلمند ہو۔ بیوقوف نہ ہو۔ (یعنی جسے اولاد کے پالنے کا سلیقہ نہ آئے۔ کھانا پکانا نہ آئے۔ کپڑا سینا نہ آئے۔ گھر میں جھاڑو دینا نہ آئے۔ ایک شریف عورت کی طرح مہذب طریقہ پر بات چیت نہ کر سکے۔ اپنی بیوقوفی کے باعث نہ خاوند کا ادب کرے۔ نہ ساس اور سسر کا احترام کرنے کا سلیقہ اسے آئے) نوکر عقلمند ہو۔ بیوقوف نہ ہو۔ ہمارے کپڑے سینے والا درزی عقلمند ہو بیوقوف نہ ہو۔ تاکہ کہیں کپڑے کی کتر بیونت کرنے میں کپڑا ضائع نہ کر دے حجام ایسا ہو جو ٹھیک حجامت کرے۔ اور بیوقوف نہ ہو۔ تاکہ کہیں سر مونڈتے مونڈتے سر میں زخم نہ کر دے۔ ناخن اتارتے وقت انگلی کو زخمی نہ کر دے (جیسا کہ بعض نو آموز حجام ایسی تکلیفیں پہنچا دیا کرتے ہیں) حاصل یہ ہے کہ اگر ہمارے متعلقہ تمام متعلقین عقلمند اور سلیقہ شعار چاہئیں۔

تو کیا اللہ تعالیٰ کو بہشت میں داخل کرنے کے لئے

اس کی منشا کے مطابق ایسے آدمی نہیں چاہئیں جو عقلمند۔ دُور اندیش اور اس کی اصطلاح کے مطابق جن کی زندگی کا ہر لمحہ رضائے الٰہی کا طالب اور ان کا ہر عمل حیات رضائے الٰہی کے سانچے میں بالکل ٹھیک بیٹھنے والا اور ان کے ہر لمحہ زندگی میں رضاء الٰہی مقصود و محبوب ہو اور کیا ایسے نہیں چاہئیں جو ہر کام کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کلام پاک (قرآن مجید) یا حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استصواب رائے کر لیں۔ اگر اجازت معلوم ہو تو کام کریں ورنہ اس کے کرنے سے فوراً ہاتھ روک لیں۔ کیا

اللہ جل شانہٗ کو مذکورۃ الصفات والے

انسانوں کو بہشت میں لے جانے کی ضرورت ہے۔ جن کے ہر عمل کا ظاہر رضاء الٰہی سے رنگین اور جن کا باطن رضائے الٰہی کے نور سے منور ہو اور جو لوگ ساری دنیا و مافیہا کی نعمتوں کو دے کر فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کا تمغہ حاصل کرنے کو نہایت ہی ارزاں سودا خیال کریں۔ یا اللہ تعالیٰ کو ان صفات حمیدہ والوں کے مقابلہ میں اپنی بہشت میں بسانے کیلئے کیا اُسے ایسے انسان چاہئیں جو مثلاً پنجوقتہ دربار الٰہی (مساجد) میں حاضری کے لئے بلائے جائیں۔ مرد ہوں تو پانچوں وقتوں کے بلاوے پر ایک وقت بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر مُنہ نہ دکھائیں اور عورتیں ہوں تو پردہ داری کے باعث مسجدوں میں نہ سہی۔ گھروں میں وضو کرکے مصلّے پر بارگاہ الٰہی میں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو جائیں۔ اس کے علاوہ وہ ہر کاروبار میں اپنی ہوا وہوس کی پابندی کریں۔ ان کے دل میں نہ خدا تعالیٰ کا خوف اور نہ اس کے عذاب سے بچنے کی کوئی تمنا پائی جائے۔ بس ان لوگوں کی نظر میں دنیا کا ساز و سامان جمع کرنا مقصود ہو اور عیش و عشرت سے دنیا کی زندگی بسر کرنا مطلوب اور محبوب ہو۔

غور کیجئے

کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے ناعاقبت اندیش اور ایسے اللہ تعالیٰ کے باغیوں کے لئے بہشت کی وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ "مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ" (جو آنکھوں نے کبھی دیکھی نہیں اور کانوں نے کبھی سُنی نہیں اور کسی شخص کے دل میں ان کا خیال بھی نہیں گذرا)

ایسے ناعاقبت اندیشوں کے لئے

بہشت کی نعمتیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جن کا ذکر

مندرجہ ذیل آیات

میں ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (سورۃ المومنون ع ۱ پ۱۸)۔ ترجمہ۔ بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو بیہودہ باتوں سے مُنہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اسکے علاوہ طلبگار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ جن لوگوں کو

بہشت میں داخل ہونے کی تمنّا

دل میں ہے۔ وہ مذکورۃ الصدر آیات کو غور سے پڑھیں اور اپنی حالت پر منطبق کرکے دیکھیں کہ کیا ہم میں بہشت میں داخل ہونے والوں کیلئے جو لازمی صفات تجویز کی گئی ہیں۔ کیا وہ ہم میں پائی جاتی ہیں۔ اگر پائی جاتی ہیں تو اللہ تعالےٰ کا شکر کریں۔ البتہ مرتے دم تک ان صفات پر ہمت سے پابند رہیں۔ کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان پہلے ان صفات کا پابند ہو اور امید ہو جائے کہ یہ شخص بہشت میں جائے گا۔ اور یہ یاد رکھئے۔ کہ بعض ایسے بدنصیب بھی ہوتے ہیں کہ پہلے بہشتیوں کی صفتوں سے متصف تھے۔ پھر دنیا کے معاملات میں کسی ایسے چکمہ میں پھنسے کہ ایمان کھو بیٹھے اللھم لاتجعلنا منہم

مثالاً

بعض مسلمانوں کے مسلمان ہونے کے بعد بے ایمان ہو جانے کی ایک مثال ملاحظہ ہو کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کی اولاد میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں اب شریعت اسلامی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے۔ اب مذکورۃ الصدر صورت میں شریعت اسلامی کے مطابق فیصلہ کیا جائے تو ان لڑکوں کے باپ کی جائداد تین مساوی حصوں میں تقسیم کی جائے گی۔ ایک حصہ (جو کل جائداد کا ایک تہائی ہے) بھائی کو دیا جائے گا اور دوسرا دو بہنوں کو اور تیسرا حصہ بھی دو بہنوں کو دیا جائیگا

اب وہ بھائی بے ایمان یوں ہوگا

کہ عدالت میں جا کر بیان دیتا ہے کہ ہمارے خاندان میں اسلامی قانون پر جائداد کی تقسیم نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ رواج پر ہوا کرتی ہے۔ یعنی جس طرح ہندوازم میں باپ کی جائداد فقط بیٹوں پر تقسیم ہوتی ہے اور لڑکیاں محروم رکھی جاتی ہیں اور اپنے اس دعوےٰ پر عدالت میں چند گواہ بھگتا دیتا ہے کہ جب میرے دادا کا انتقال ہوا تھا تو میرے باپ اور میرے چچا نے میری پھوپھی کو جائداد میں سے حصہ نہیں دیا تھا۔ لہذا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے خاندان میں باپ کی جائداد میں سے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا اور عدالت اس شخص کے اس ثبوت بہم پہنچانے پر اسکی بہنوں کو محروم کر دیتی ہے اور ساری جائداد اس شخص کو دے دیتی ہے اور اس کی بہنوں کو محروم کر دیتی ہے قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ شخص مومنوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے۔ جب قرآن مجید نے اسے مومنوں کی فہرست سے خارج کر دیا ہے تو پھر یہ شخص اگرچہ بظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے۔ مگر بارگاہ الٰہی سے مومنوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس خارج ہونے کا ثبوت ملاحظہ ہو

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (سورۃ النور ع ۶ پ۱۸)

ترجمہ۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم فرمانبردار ہو گئے۔ پھر ایک گروہ ان میں سے اس کے بعد پھر جاتا ہے۔ اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ ان میں فیصلہ کرے۔ تبھی ایک گروہ ان میں سے مُنہ موڑنے والے ہیں اور اگر انہیں حق پہنچتا ہو تو اس کی طرف گردن جھکائے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک میں پڑے ہیں یا ڈرتے ہیں۔ اس سے کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کرے گا۔ بلکہ وہی ظالم ہیں۔

حاصل

یہی نکلا کہ مسلمانوں میں بعض ایسے آدمی بھی ہیں کہ پہلے مومن تھے اور پھر اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کے فیصلہ سے سرتابی کے باعث مومن نہیں رہے۔

اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں عقلمند کون ہیں

قرآن مجید کے مختلف مقامات سے متعدد شواہد

پہلا

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ○ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ ○ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ج سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ ○ (سورۃ الرعد ع ۳ پ۱۳)

ترجمہ۔ بھلا جو شخص جانتا ہے کہ تیرے رب سے تجھ پر جو کچھ اترا ہے حق ہے۔ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھا ہے۔ سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں۔ جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب

کا خوف رکھتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں۔ انہیں کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ خود بھی رہیں گے۔ اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیکوکار ہیں اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے۔ پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے (جو ان کے لئے ہوگا)

شیخ الاسلام کے حواشی

مذکورۃ الصدر آیات پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی ملاحظہ ہوں تاکہ قارئین کرام کو مزید بصیرت حاصل ہو۔ فرماتے ہیں مومن اور کافر کا الگ الگ انجام ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک پنٹ اندھا جسے کچھ نظر نہ آئے یوں ہی اناپ شناپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہو۔ اس شخص کی برابری کر سکتا ہے۔ جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔ یعنی اللہ سے جو عہد ازل میں ہو چکا ہے (عہد الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے اور جو انبیاءؑ کی زبانی عہد لئے گئے۔ ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذات خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ صلہ رحمی کرتے ہیں (یا یہ معنی کہ) ایمان کو عمل کے ساتھ۔ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔ (اور) حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا کیا صورت پیش آئے گی۔ اور (ان لوگوں نے) مصائب و شدائد اور دنیا کی مکروہات پر صبر کیا (اور) کسی سختی سے گھبرا کر اطاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا۔ نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا۔ اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا۔ مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔

دوسرا شاہد

اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب (قرآن مجید) سے عقلمندوں کی صفات پر دوسرا شاہد پیش کیا جاتا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ (سورۃ آل عمران ع ۲۰۔ پ ۴) ترجمہ۔ بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں (عقلمند) وہ (ہیں) جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو سب عیبوں سے پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا۔ سو تو نے اسے ذلیل کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

غور کیجئے

برادران اسلام۔ مذکورۃ الصدر آیات میں عقلمندوں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ غور کر کے دیکھئے کہ ہم میں وہ علامتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر پائی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے اور اگر پائی نہیں جاتیں تو ان آیات کے آئینے میں اپنے خیالات کے خال و خط درست کر لیجئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ عقلمندی کے معیار پر پورے اتریں۔ اور قیامت کے دن عذاب الٰہی سے بچ کر بہشت کا داخلہ نصیب ہو جائے وما علینا الا البلاغ۔

تیسرا شاہد

وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّکْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَکَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا ۝ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ (سورۃ الطلاق ع ۲۔ پ ۲۸)۔

ترجمہ اور کتنی ہی بستیاں اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکش ہو گئیں۔ پھر ہم نے بھی ان سے سخت حساب لیا اور ان کو یہ بڑی سزا دی پس ان بستیوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار بربادی ہوئی۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر اے عقل والو اللہ سے ڈرتے رہو جو ایمان لا چکے ہو۔ بے شک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت نازل فرمائی ہے۔ یعنی ایک رسول جو تمہیں اللہ کی واضح

آیتیں پڑھ کر سُناتا ہے تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیئے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جائے۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اس نے نیک کام بھی کیئے تو اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں سدا رہیں گے۔ اللہ نے اس کو بہت اچھی روزی دی ہے۔

مذکورۃ الصدر چار آیتوں میں متعدد عبرتیں

پہلی تذکیر بایام اللہ

حضرت مولانا ومقتدانا الشاہ ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں انسانوں کے لیئے تین قسم کی تذکیروں کا ذکر آتا ہے

نمبر ۱۔ تذکیر بآلاء اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلاکر بندوں کو اپنے احکام

کی تعمیل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ چونکہ میں تمہارا محسن ہوں۔ اس لئے میرے احسانات کا صلہ یہ دینا چاہیئے کہ میرے احکام کی تعمیل کرو۔ اور یہ مطالبہ ایک فطری چیز ہے کہ ہر انسان اپنے محسن کے حکم کی تعمیل اس کے محسن ہونے کے لحاظ سے کرتا ہے

نمبر ۲۔ تذکیر بایام اللہ

اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ گذشتہ قوموں کے وہ واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سناتا ہے۔ جن میں ان قوموں کی اللہ تعالےٰ کے احکام سے بغاوت اور اپنے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے کے باعث ان پر اللہ تعالےٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اور وہ صفحہ ہستی سے طرح طرح کے عذابوں سے ذلت اور لعنت کی موت سے فنا ہوئیں

اور ان کے حالات

اللہ تعالےٰ اس لیئے سناتا ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اس آئینے میں منہ دیکھیں کہ کہیں ہم بھی ان ہلاک ہونے والی قوموں کے راستے پر تو نہیں جا رہے۔ کہ جس طرح وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے احکام کے ماننے سے انکار کیا کرتے تھے کہیں ہم بھی تو انکار نہیں کر رہے۔ اور جس طرح وہ ہلاک ہونے والی قومیں اپنے اپنے وقت کے پیغمبر کی تکذیب (جھٹلانا) توہین (بے عزتی کرنا) اور تمسخر (مذاق اڑانا) اس قسم کی ناشائستہ حرکتیں کیا کرتی تھیں۔ کیا ہم بھی کہیں ان تباہ ہونے والی قوموں کی طرح انہیں لوگوں جیسی ناشائستہ حرکتیں تو نہیں کر رہے۔

فائدہ

تذکیر بایام اللہ سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ قوم خوش قسمت ہے۔ تو ان قوموں کی تباہی کے واقعات سُن کر اپنی ان شرارتوں سے باز آ جاتی ہے اور غلط راستے سے ہٹ کر سیدھے راستہ پر چل نکلتی ہے۔ ورنہ گذشتہ قوموں کی طرح یہ بھی صفحہ ہستی سے ذلت اور لعنت کی موت سے نیست و نابود کر دی جاتی ہے۔

نمبر ۳۔ تذکیر بما بعد الموت

اگر کوئی قوم پیغمبر وقت کی مخالفت کرنا شروع کر دیتی تھی تو اس قسم کی قوم کے سامنے ان کی بد اعمالیوں کے موت کے بعد جو نتائج نکلنے والے تھے وہ ان کے سامنے لائے جاتے تھے تاکہ ان مہلک نتائج ہی کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر لیں اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں۔

پہلی دو آیتوں میں

تذکیر بایام اللہ ہے جو کہ "وکاین من قریۃ" سے شروع ہو کر "خسراً" تک ہے۔

دوسری عبرت

اور وہ عجیب ہے کہ فقط مومن ہی عقلمند ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ ثابت ہوا کہ کافر عقل سے کورے اور بیوقوف ہوتے ہیں اور

یہ نکتہ فقط عربی دان حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں

اور غیر عربی دان مسلمانوں کو ان حضرات سے حسن عقیدت کے باعث اس پر یقین آ جائے گا۔ اس نکتے کا ثبوت یہ ہے کہ "یا اُولِی الْاَلْبَاب" کی نحوی ترکیب یہ ہے یا حرف ندا اُولِی مضاف الالباب مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبدل منہ ہے اور الذین موصول اور اٰمنوا فعل اور واؤ ضمیر فاعل۔ فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول کا موصول اور صلہ مل کر بدل ہے مبدل منہ کا۔ اس ترکیب (نحوی) کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں عقلمند فقط وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ارشادات (جن کا مجموعہ قرآن مجید ہے) اور قرآن مجید کی تشریحات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ (جن کا نام حدیث شریف ہے)۔ کو مانتے ہیں اور جو شخص بھی دنیا میں خواہ کتنا بڑا ادیب ہو۔ کتنا بڑا سحر بیان ہو۔ علوم دنیاوی کا خواہ کتنا بڑا ماہر ہو بایں ہمہ وہ اللہ تعالےٰ کی اصطلاح میں پرلے درجے کا احمق اور بیوقوف ہوگا۔

اس کی ایک عقلی دلیل سُنئے

مثلاً ایک ماں باپ اپنے بیٹے کو سکول میں اس لئے بھیجتے ہیں کہ تعلیم پا کر علمی کمال حاصل کرے۔ اسی بنا پر وہ کتابیں بھی خرید کر کے دیتے ہیں۔ فیس بھی ادا کرتے ہیں۔ مگر وہ لڑکا اپنی بدبختی کے باعث ہر سال فیل ہی ہوتا رہتا ہے ہاکی کھیلنے میں یا فٹ بال کھیلنے میں۔ یا دوڑنے میں یا مکہ بازی میں ہر سال کلاس میں اول نمبر آتا ہے۔ کیا اس لڑکے کے ماں باپ یا دوسرے سمجھدار آدمی یہ کہہ سکیں گے کہ یہ لڑکا بڑا سمجھدار ہے یا کامیاب ہے یا خوش بخت ہے۔ ہرگز نہیں۔ اصلی کمال تو علم کا کمال ہے۔ علم کے امتحان میں تو ہر سال فیل ہو کر اپنے آپ کو ثابت کر دیتا ہے کہ میں نالائق ہوں۔ اس لئے امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا باقی رہی مکہ بازی تو یہ کوئی انسان کا کمال نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ دو بھینسے آپس میں ٹکریں مارتے ہیں۔ بالآخر ایک تھک کر بھاگ نکلتا ہے تو کیا پھر مکہ بازی میں کمال انسانی کمال ہے یا بھاگنے میں وہ لڑکا سب سے اول آتا ہے۔ تو کیا یہ انسانی کمال سمجھا جائے گا انسانی کمال علم ہے یا دوڑنا۔ دوڑنے میں تو اکثر کتا بھی انسان سے تیز دوڑتا ہے تو کیا پھر کہا جائے گا۔ کہ یہ کتا بڑا باکمال ہے

آج کل کی مادی ترقیات کو

اسی مثال پر قیاس کر لیجئے اللہ تعالیٰ نے جو انسان کا پیدا کرنے والا ہے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہوا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ○ (سورۃ الذاریات ع ۳ پ ۲۷)

ترجمہ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیئے میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا ہوں اور نہ ہی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بے شک اللہ ہی بڑا روزی دینے والا ہے زبردست طاقت والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندگی کا آخری دستور العمل قرآن مجید ہے اور کلام الہٰی کی مزید تفصیل اور تشریح حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ اکثر انسانوں کو ادھر تو توجہ ہی نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کو ہمیش از بیش یاد کریں۔ اور فقط اسی کے تجویز کردہ نظام العمل (قرآن مجید) کو دستور العمل بنائیں۔

بجائے اس کے

کوئی ایٹم بم بنانے میں مصروف ہے۔ کوئی راکٹ بنانے میں مصروف ہے کیا اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کے کاموں کے لئے انسان کو پیدا کیا تھا۔ اور کیا ان قوموں میں جو پیغمبر آئے تھے کیا انہوں نے ان قوموں کو بھی مادی ترقی کی تعلیم دی تھی۔ ان حالات میں ہر عقلمند اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ کیا ایسے لوگوں سے اللہ تعالےٰ راضی ہو سکتا ہے اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ انسانیت کا صحیح فرض بحالات موجودہ ادا کر رہے ہیں ہرگز نہیں۔

دعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی اصطلاح میں صحیح معنی میں (عقلمند) ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا اله العالمین۔

دارالعلوم دیوبند کی حیرت انگیز غیبی نصرت

(از محمد سعید احمد - مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ - ضلع بہاولنگر)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۹ء

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اما بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا ○ (پارہ - ۱۶ - رکوع ۸ - سورہ مریم)

(ترجمہ) اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ سوجھنے والوں کو سوجھ اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر رکھتی ہیں تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانے کی جگہ یعنی (دنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں نیکیاں - سب رہیں گی اور دنیا نہ رہے گی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بدلہ بہترین اور انجام بہترین ملے گا -)

میرے بزرگو اور دوستو! جس اللہ کے نیک بندے نے جس اخلاص سے نیکی کی اسی اخلاص کے موافق اس کی نیکی کو مقبولیت ہوئی - حضرت ہاجرہؓ اللہ کی رضا میں بڑے اخلاص کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان اپنے بیٹے سیدنا اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑیں تو سیدنا اسماعیلؑ نے جہاں شدت پیاس میں ایڑیاں رگڑیں وہاں ایسا چشمہ نمودار ہوا کہ ساری دنیا میں وہ چشمہ (آب زمزم) مقبولیت رکھتا ہے دنیا کے ہر ہر خطہ پر ہر ہر گھر میں آب زمزم کو شیشیوں میں بطور تبرک رکھا جاتا ہے اور ہر ہر روحانی جسمانی مرض کی دوا سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے - بعینہٖ اسی طرح جب اللہ کے ایک مخلص بندہ (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) نے خطۂ دیوبند میں اپنے قدم مبارک رگڑے تو اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے علم دین کا ایک ایسا چشمہ جاری فرمایا جس کا فیض ساری دنیا میں ہوا - بے شک ہندوستان میں گیارہ سو برس مسلمانوں کی شاندار حکومت قائم رہی مگر کیا کوئی درسگاہ ملتی ہے جس میں اس اہتمام کے ساتھ حدیث و تفسیر کی تعلیم ہوتی ہو - بے شک مدارس لاکھوں تھے چپہ چپہ پر سکول تھے - مگر افسوس ہندوستان کے طول و عرض میں دارالحدیث یا دار التفسیر ایک بھی نہ تھا ہاں بیشک مصر و بغداد میں بڑی بڑی درسگاہیں قائم ہوئیں جامع ازہر آج بھی اپنی جامعیت میں شہرہ آفاق ہے لیکن ان تمام کا قیام و بقار حکومت کے خزانوں پر تھا - سوال تو یہ ہے کہ بے کس و بے درماں مفلس قوم کا مدرسہ جو اپنی خدمات میں جامع ازہر، جامع نظامیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں سے بازی لے جائے کیا کوئی اسلامی تاریخ میں اس سے پہلے کہیں وجود میں آیا ہے - یہ اسلام کا بیّن معجزہ ہے جو سرزمین ہند میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے رگڑنے کی برکت سے ظاہر ہوا اور جس نے پھر اپنے کمالات کی وجہ سے تمام عالم اسلامی کو اپنی طرف متوجہ کیا میں نے اپنے اکابر بزرگوں سے سنا ہے اور لکھا دیکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد وقت کے تمام بزرگوں کے اور اہل اللہ کے قلوب میں بطور الہام یا منام یا فراست و کشف یہ ہی وارد ہوا کہ کوئی دینی درسگاہ قائم ہو اس الہام شدہ کیفیت کا عملی ظہور تجویز سے لے کر تاسیس تک کا منصوبہ حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ وقوع پذیر ہوا -

لکھا ہے کہ جب وہ طبیب روحانی (حضرت نانوتویؒ) اپنی قوم (اہل دیوبند) کی اصلاح سے فارغ ہوا تو تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر نظر ڈالی اور بنظر غور دیکھا تو فرمایا کہ مادۂ خبیث بعض کے اندر پیدا ہو چکا ہے اور خوف ہے کہ اس مادہ سے امراض متعدی پیدا ہو جائیں اور رفتہ رفتہ وہی امراض وبائی ہو کر ایک عالم کو ہلاک کر دیں اور اس مرض کا جتنا ہوا نسخہ علم دین ہے - جہاں تک ممکن ہو اس کی اشاعت میں سعی کی جائے - چنانچہ اسی خیال یا کشف و الہام کی بنا پر مدرسہ دار العلوم دیوبند کی بنیاد اس طرح سے رکھی گئی -

لکھا ہے کہ مسجد چھتہ کے صحن میں انار کے درخت کے نیچے (جو آج تک کھڑا ہوا ہے) ایک طالب علم (قبلہ عالم شیخ الہند حضرت مولانا) محمود حسن رح اور ایک استاد جناب ملا محمود رح صاحب سے مدرسہ دیوبند کا افتتاح ہوگیا۔ پھر مدرسہ جوں جوں بڑھتا رہا اسے مختلف وسیع مکانوں میں منتقل کیا جاتا رہا لیکن جب اس میں کافی وسعت پیدا ہو گئی اور طلباء کا ہجوم اور رجوع بڑھ گیا تو اس کے لئے مستقل جگہ اور اپنے مکان کا مسئلہ زیر غور آیا حضرت نانوتوی رح کی قوۃ کے ساتھ رائے یہ تھی کہ مدرسہ کا مکان الگ ہو، مدرسہ کے نام سے ہو۔ اور کافی وسیع بنایا جاوے اور دوسرے تمام اکابر بھی اس کے مؤید تھے لیکن حضرت حاجی محمد عابد صاحب رح اس کے خلاف تھے چنانچہ حضرت کے ارشاد پر جب مدرسہ کے لئے مستقل طور پر زمین لے لی گئی۔ اور یہ زمین زیادہ تر دیوان کے شیوخ کی تھی جو حضرت کے سسرالی عزیز تھے ان حضرات نے عموماً یہ زمین بلا معاوضہ مدرسہ کے لئے عطا فرمائی۔ چنانچہ اجراء مدرسہ کے نو سال بعد ۱۲۹۲ھ میں مدرسہ کی مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ ملک میں اشتہار جاری کر دیا گیا اور اس میں سنگ بنیاد رکھنے کا یہ پروگرام بھی تجویز کیا گیا کہ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ حضرت نانوتوی رح کی تقریر ہوگی۔ جس میں قیام و تحفظ مدرسہ کے ساتھ تعمیر مدرسہ کی ضرورت پر روشنی ڈالی جائیگی بعد تقریر مقامی و بیرونی لوگوں کا یہ مجمع سنگ بنیاد رکھنے کے لئے حضرت کے ساتھ مقام بنیاد پر آئے گا اور خشت اوّل رکھی جائے گی اس اشتہار کے اجراء پر ملک سے روپیہ بھی آنا شروع ہو گیا اور مقررہ تاریخ پر جمعہ کے دن ہزارہا بیرونی لوگ حضرت کے وعظ کی اطلاع پر دیوبند میں جمع ہو گئے اور حسب پروگرام مشتہرہ بعد نماز جمعہ حضرت کی تقریر ہوئی۔ ختم وعظ پر اعلان ہوا کہ سب لوگ جائے بنیاد پر چلیں اس موقعہ پر حضرت حاجی محمد عابد صاحب رح نے برملا اختلاف فرمایا اور حضرت نانوتوی رح کو خطاب کرکے فرمایا کہ مولانا آپ مسلمانوں کا روپیہ کیوں ضائع کرتے ہیں۔ جب جامع مسجد وسیع پیمانہ پر موجود ہے تو جدید عمارت کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے نہایت تواضع سے فرمایا کہ نہیں حضرت جدید عمارت کی ضرورت ہے ہی۔ پھر حضرت حاجی صاحب نے ذرا زور سے فرمایا کہ ہرگز ضرورت نہیں مسلمانوں کا روپیہ بے وجہ ضائع ہو جائے گا۔ اس پر حضرت نانوتوی رح نے قوت اور مستعدی سے فرمایا کہ نہیں حاجی صاحب جدید اور وسیع عمارت کی ضرورت ہے اور آپ اس بارہ میں وہ چیز نہیں دیکھ رہے ہیں جو مجھے نظر آ رہی ہے آپ اپنی رائے پر اصرار نہ فرمائیں مدرسہ اس حد پر نہیں رہے گا جس پر اب نظر آرہا ہے بلکہ یہ مجھے بہت ہی بڑھنے والی چیز نظر آ رہی ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بار بار یہ کلمات اس لئے فرما رہے تھے کہ آپ کو خواب میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور صلعم نے فرمایا کہ مولوی صاحب میں اس دارالعلوم سے دین کی نہریں اور دریا بہتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جو کہ تمام عالم اور دنیا کو سیراب کر رہے ہیں یہ دارالعلوم دینی علوم کا ایک سمندر ہے اور اس سے علم کی ندیاں جاری ہوں گی۔ چونکہ یہ ساری دنیا کے لئے دینی و ملّی علوم کا مرکز ہوگا۔ لہٰذا اس کی تعمیر بہت وسیع اور فراخ رکھیں

اس کے بعد لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عصا مبارک سے لکیر کھینچی اور فرمایا کہ اس لکیر پر اپنے مدرسہ دارالعلوم کی بنیاد رکھو۔

لکھا ہے کہ جب حضرت نانوتوی رح صبح اٹھے اور دیکھا تو اس لکیر کے بالکل نشان تازہ تھے اسی لکیر کے مطابق دارالعلوم دیوبند کی بنیادیں رکھی گئیں اور آج دارالعلوم دیوبند کو اپنی مقبولیت پر فخر ہے۔ چونکہ حضرت نانوتوی رح اس چیز کو بھی دیکھ چکے تھے۔ اسی واسطے بار بار فرما رہے تھے کہ مجھے نظر آ رہی ہے آپ وہ نہیں دیکھ رہے مگر باوجود سمجھانے کے حضرت حاجی صاحب رح ملال کے ساتھ اٹھ کر جامع مسجد کے شمالی دروازہ سے براہ گدی دائرہ چھتہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اپنے حجرہ میں جا بیٹھے ادھر حضرت نانوتوی رح اس کثیر مجمع کو لئے ہوئے بازار کے راستہ جائے بنیاد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس جگہ پہنچے جہاں آج دارالعلوم کا صدر دروازہ لب سڑک واقع ہے اور چھتہ کی مسجد وہاں سے سامنے نظر آتی ہے تو حضرت رکے۔ اور مجمع کو روک کر فرمایا کہ آپ سب حضرات یہیں ٹھہریں میں ابھی حاضر ہوا۔ مجمع وہیں رکا کھڑا رہا اور حضرت چھتہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت حاجی صاحب رح کے حجرہ میں پہنچکر حضرت حاجی صاحب رح کے قدموں پر ہاتھ رکھ دیئے اور فرمایا کہ حاجی صاحب! آپ ہی تو ہمارے بڑے ہیں۔ بھلا ہم آپ کو یا آپ ہم کو چھوڑ سکتے ہیں۔ اس پر حاجی صاحب کو شدید گریہ طاری ہوا اور اتنا روئے کہ روتے روتے آواز نکل گئی اور غایت حق پسندی اور تواضع سے فرمایا کہ مولانا مجھے کچھ نفسانیت آ گئی تھی بات وہی حق ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ یہ کہہ کر اٹھے اور حضرت کے ساتھ ہو لئے۔ مجمع منتظر کھڑا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کو ساتھ آتے دیکھ کر مجمع میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور پھر یہ سب حضرات مجمع کو ساتھ لے کر جائے بنیاد پر پہنچے۔ درسگاہ نودرہ کی بنیادیں اسی لکیر پر کھدی ہوئی تھیں لوگ منتظر اور خواہشمند تھے کہ پہلی اینٹ حضرت نانوتوی رح رکھیں لیکن عموماً حضرت امتیازی صورتوں سے حتی الامکان بچتے تھے اس لئے پہلی اینٹ نہیں رکھتے تھے۔

(باقی پھر انشاء اللہ)

مردہ دل کی دعا قبول نہیں ہوتی!

حضرت ابراہیم بن ادہم رح بصرہ کے ایک بازار میں گذرے تو لوگ جمع ہو گئے اور ان سے عرض کیا کہ اے ابو اسحٰق (یہ کنیت ہے حضرت ابراہیم کی) ہم لوگوں کا یہ کیا حال ہے کہ ہم دعائیں کرتے ہیں اور وہ قبول نہیں ہوتیں اور آپ جیسے لوگ دعا کرتے ہیں تو قبول ہو جاتی ہے۔ فرمایا تمہاری دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ تمہارے دل دس باتوں کی وجہ سے مرچکے ہیں (۱) تم نے اللہ تعالیٰ کو جانا پہچانا۔ مگر اس کا حق ادا نہیں کیا (۲) تم دعویٰ کرتے ہو کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہو۔ پھر ان کی سنت اور طریقے کو چھوڑتے ہو (۳) تم قرآن شریف پڑھتے ہو اور اس پر عمل نہیں کرتے (۴) اللہ تعالےٰ کی نعمت پر نعمت کھاتے اور استعمال کرتے ہو اور شکر کبھی ادا نہیں کرتے (۵) کہتے تو یہ ہو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ مگر ہر بات میں اسکی موافقت کرتے ہو اس کے خلاف نہیں کرتے (۶) اس کا یقین رکھتے ہو کہ جنت حق ہے مگر اسکے کام نہیں کرتے (۷) جانتے ہو کہ دوزخ واقعی موجود ہے۔ پھر بھی اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے (۸) موت کے آنے کو ضروری سمجھتے ہو اور اس کے واسطے تیاری نہیں کرتے (۹) سو کے اٹھتے ہو تو دوسروں کی برائیوں کا مشغلہ کر لیتے ہو اور اپنے عیب بھول جاتے ہو (۱۰) اپنے مردوں کو خود دفن کرتے ہو اور عبرت نہیں لیتے کہ کل تمہارے واسطے بھی یہی دن ہے۔

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

اللہ کی مہربانی سے آس مت توڑو

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۝ (پ ۲۴ ع ۲)

(ترجمہ) کہہ دیجئے اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے اللہ کی مہربانی سے آس مت توڑو، بے شک اللہ سب گناہ بخشتا ہے۔ وہی ہے گناہ معاف کرنے والا اور مہربان۔

(مطلب) یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگذر کی شانِ عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے، مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی بدمعاش، فاسق، فاجر، کوئی ہو۔ آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ پکڑ نہیں سکتا۔ پھر بندہ نا امید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس نے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بغیر توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ مغفرت کی امید دلا کر پھر توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جود و کرم سے شرما کر کفر و عصیاں کی راہ چھوڑو اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے آپ کو بالکل اسی کے سپرد کر دو اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اس کے فضل سے ممکن ہے۔ ہمارا رجوع و انابت بھی بغیر اس کے فضل و کرم کے میسر نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے اسلام کو غالب کیا جو کفار دشمنی میں لگے رہے تھے سمجھے کہ بلاشبہ اس طرف اللہ ہے یہ سمجھ کر اپنی غلطیوں پر پچھتائے۔ لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہوگی، دشمنی کی، لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کئے تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے۔ نا امید مت ہو۔ توبہ کرو اور رجوع ہو بخشے جاؤ گے، مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی اس وقت کی توبہ قبول نہیں نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔

وَاِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ۝ (پ ۲۱ ع ۷)

(ترجمہ) اور جب چکھائیں ہم نے لوگوں کو کچھ مہربانی۔ اس پر پھولے نہیں سماتے اور اگر آ پڑے ان پر برائی۔ اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے پر تو آس توڑ بیٹھیں۔

یعنی ان لوگوں کی عجیب حالت ہے جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سمائیں ایسے اترانے لگیں اور آپے سے باہر ہو جائیں کہ محسن حقیقی کو بھی یاد نہ رکھیں اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا پڑا تو بالکل آس توڑ کر اور نا امید ہو کر بیٹھ رہیں گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو، مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ عیش و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے۔ اس کے فضل و رحمت پر خوش ہو کر زبان و دل سے شکر ادا کرتا ہے۔ اور اگر مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کتنی ہی سخت مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں۔ اس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔

اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝ (پ ۱۳ ع ۴)

(ترجمہ) بے شک اللہ کے فیض سے نا امید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔

یعنی حق تعالےٰ کی مہربانی اور فیض سے نا امید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنھیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے۔ اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے یعقوبؑ نے کہا جاؤ کوشش کرکے یوسفؑ کا کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو کچھ بعید نہیں کہ حق تعالےٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝

(پ ۲۰ ع ۱۵)

(ترجمہ) اور جو لوگ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے اور اس کے ملنے سے وہ نا امید ہوئے میری رحمت سے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (یعنی جنھوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اس سے ملنے کی امید نہیں، رکھی کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل ہی نہ ہوئے انھیں رحمت الٰہی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے لہٰذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہیں گے۔)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۝ (پ ۲۸ ع ۸)

(ترجمہ) اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن سے کہ اللہ غصہ ہوا ہے وہ پچھلے گھر سے آس توڑ چکے ہیں جیسے کہ منکروں نے قبر

والوں سے آس توڑ دی۔

یعنی مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصّہ ہو خدا کے دوستوں کا بھی غصّہ ہونا چاہیئے منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اُٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی نا اُمید ہیں۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ۝

(پ۱۴ ع ۴)

(ترجمہ) بولے۔ ہم نے تجھ کو خوشخبری سنائی سچی۔ سو تو نا اُمیدوں میں مت ہو۔ بولا نہیں آس توڑتے اپنے رب کی رحمت سے مگر جو گمراہ ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو فرشتوں نے بیٹے کے پیدا ہونے کی خوشخبری سُنائی۔ اور کہا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے۔ اس بڑھاپے میں ہم تم کو اولاد کی خوشخبری سناتے ہیں اولاد بھی کیسی؟ لڑکا نہایت ہوشیار، بڑا عالم اور نبی ہوگا جس کا نام اسحٰق ہوگا۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سُنے تو باوجود یقین آجانے کے اُسے خوب کھود کرید کر دریافت کرتا اور تعجب کا لہجہ اختیار کرتا ہے۔

رحمت الٰہیہ سے نا اُمید تو تمام مسلمان بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذ اللہ یہ نوبت آئے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں۔

عذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے نا اُمید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے مایوسی کی حالت میں نصرت کا وعدہ

دشمنوں کے ہاتھوں سے انبیاءؑ اور ان کی اُمتوں کو ہمیشہ ایذائیں ہوئیں تو اب اہل اسلام کو ارشاد ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اگلی اُمتوں کو جو ایذائیں پیش آئیں وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ ان کو فقر و فاقہ، مرض اور خوفِ کفّار اس درجہ پیش آئے کہ مجبور و عاجز ہو کر نبی اور ان کی اُمّت بول اُٹھی کہ دیکھئے اللہ نے جس مدد اور اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئے گی یعنی بمقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے۔ انبیاء اور موحّدین کا یہ کہنا کچھ شک کی وجہ سے نہ تھا حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

در گمان افتاد جانِ انبیاء
ز اتفاقِ منکری اشقیاء

جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمت الٰہی متوجہ ہوئی ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی گھبراؤ نہیں۔ سو اے مسلمانو! دنیاوی تکلیفوں اور دشمنوں کے غلبہ سے گھبراؤ نہیں۔ تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (پ۲ ع ۱۰)

(ترجمہ) کب آئے گی اللہ کی مدد سُن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔

نا اُمیدی میں بیٹا مرحمت فرمانا

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاۗءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۗءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ڰ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ الخ۔

(پ۱۶ ع ۴)

(ترجمہ) جب پکارا اس نے (زکریاؑ) اپنے رب کو چھپی آواز سے۔ بولا اے میرے رب! بوڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں۔ اور شعلہ نکلا سر سے بڑھاپے کا۔ اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا اور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے اور عورت میری بانجھ ہے سو تو بخش مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اٹھانے والا جو میری جگہ بیٹھے۔ اور یعقوبؑ کی اولاد کی۔ اور کر اس کو اے رب من مانتا۔ اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحییٰ۔ نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی۔

(مطلب) حضرت زکریاؑ نے کہا میں بوڑھا ہوں۔ بیوی بانجھ ہے۔ ظاہری سامان اولاد ملنے کا کوئی نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدّس امانت کا بوجھ اُٹھا سکے میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں۔ جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی گدّی پر بیٹھ سکے۔ ان کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالاتِ نبوّت کا وارث بنے۔ ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری، تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تعجب کی کوئی بات نہیں ان ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیّت ایزدی پوری ہو کر رہے گی۔ فرشتہ نے کہا۔ تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے ہاں مشکل نہیں اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔

حضرت زکریاؑ بالکل بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کی بیوی بانجھ تھی۔ اولاد کی کوئی ظاہری امید نہ تھی۔ حضرت مریمؑ کی نیکی اور برکت اور غیر معمولی خارق عادت (یعنی بے موسم پھل) دیکھ کر دفعتہً قلب میں ایک جوش اٹھا۔ اور فوری تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں۔ امید ہے مجھے بھی بے موسم پھل مل جائے۔ یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔ دعا قبول ہوئی۔ بشارت ملی کہ لڑکا ہوگا۔ جس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہے گا کہ عورت کی طرف دھیان کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی صلاح و رُشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا جسے نبوت کہتے ہیں۔ نہایت شائستہ ہوگا۔ زکریاؑ نے نشانی طلب کی تو خدا نے فرمایا کہ جب تجھ کو یہ حالت پیش آئے کہ تین دن رات لوگوں سے بجز اشارہ کے کوئی کلام نہ کر سکے اور تیری زبان خالص ذکر الٰہی کے لئے وقف ہو جائے۔ تو سمجھ لینا اب استقرار حمل ہو گیا۔ اس وقت خدا کو بہت کثرت سے یاد رکھنا۔ اور صبح و شام تسبیح و تہلیل میں لگے رہنا۔ حضرت یحییٰ پیدا ہو گئے اور لڑکپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھ عطا فرمائی۔

ارشادات نبویؐ

دریائے مغفرت کا جوش

(۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے انسان جب تک تو مجھ سے مانگے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھ پر بخشش کرتا رہوں گا خواہ تو کچھ کرتا رہے اور میں کچھ پروا نہیں کرتا (یعنی یہ بخشش میرے لئے معمولی بات ہے) اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے بخشش کا طلبگار ہو تو میں تجھ کو بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو میرے پاس اس قدر گناہ لے کر آئے کہ ان سے زمین پُر ہو جائے اور پھر تو مجھ سے ملے بشرطیکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں تیرے پاس اس قدر بخشش لے کر آؤں گا جس سے تمام زمین بھر جائے۔ (ترمذی)

(۲) بندے نے کوئی گناہ کیا پھر کہا اے میرے اللہ! میرا گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا، جانا کہ اس کا کوئی مالک و پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ پر پکڑتا بھی ہے۔ بندے نے پھر گناہ کیا۔ پھر عرض کیا اے میرے پروردگار! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالےٰ پھر اس کی توبہ سے خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ بندے نے گناہ کیا اور اس نے جانا کہ میرا کوئی پروردگار اور مالک ہے جو توبہ سے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں گناہ پر سزا بھی دیتا ہے۔ انسان بھولنے والا ہے یہ پھر بھولا اور پھر گناہ کیا گناہ کرنے کے بعد شرمندہ ہو کر عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے۔ اللہ تعالےٰ پھر فرماتے ہیں میرے بندے نے گناہ کیا اس کو معلوم ہے کہ میرا کوئی آقا و مالک ہے جو توبہ سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ورنہ گناہ پر پکڑ لیتا ہے۔ (اے میرے بھولنے والے اور بھول کر گناہ کر کے شرمندہ ہونے والے بندے تو جو چاہے کرتا رہ، جب تو توبہ کر لیتا ہے تو میں نے تیرا گناہ معاف فرما دیا۔ (صحیحین)

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(۳) توبہ حقیقتاً دل کے ساتھ اپنے گناہوں پر شرمندگی کا نام ہے۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ۔ (مسلم)

(۴) اللہ تعالیٰ سب گناہ توبہ سے یا بلا توبہ بخش دے لیکن جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہوا مرا یا جس مسلمان نے کسی مسلمان کو بلا حکم شرع جان بوجھ کر قتل کر دیا وہ نہیں بخشا جائیگا۔ (ابو داؤد)

(۵) کسی آدمی نے کہا خدا کی قسم اللہ فلاں مسلمان کو نہیں بخشے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کون ہے جو میرے اوپر اس طرح کی قسم کھائے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا۔ پس میں نے اُسے بخش دیا اور اس جرم میں تمہارے تمام نیک اعمال کو ضائع کر دیا۔ (مسلم)

(۶) حضرت ابوسعید خدری رضؓ کہتے ہیں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر اس نے توبہ کے متعلق فتویٰ طلب کرنا چاہا۔ لہٰذا ایک راہب کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کیا مجھ کو توبہ سے کچھ فائدہ حاصل ہوگا؟ اس نے کہا نہیں، اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ اور وہ اسی طرح دریافت کرتا ہوا پھرا، ایک شخص نے اس سے کہا۔ تو فلاں گاؤں میں جا۔ راستہ میں اسکو قضاء نے آگھیرا۔ جب وہ مر گیا تو ملائکہ آسمان اور زمین نے جھگڑا کیا لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اس توبہ والی زمین کو اس کے قریب ہو جانے کا حکم دیا اور دوسری کو دور ہو جانے کا۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین کا اندازہ کرو۔ توبہ کی زمین ایک بالشت قریب تھی۔ اس کی وجہ سے وہ بخش دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

(۷) حضرت انس رضؓ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زائد خوش ہوتا ہے کہ جتنا ایک شخص کی سواری کسی میدان میں مع کھانے پینے کے سامان کے گم ہو گئی ہو اور یہ شخص اس کے ملنے سے نا امید ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آرام لینے کے لئے بیٹھا ہو کہ اتنے میں اس کی سواری اس کے پاس آ موجود ہو، وہ اس خوشی میں مہار پکڑ کر یہ غلط الفاظ کہے۔ اے اللہ تو میرا بندہ ہے۔ اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ (مسلم) (مشکوٰۃ باب استغفار)

(۸) حضرت ثوبان رضؓ کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اگر اس آیت کے بدلہ میں تمام دنیا بھی حاصل ہو تب بھی محبوب نہیں ہے وہ آیت یہ ہے:۔

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مشرک ہو تو وہ بھی خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ حضور انورؐ خاموش ہو گئے۔ اور پھر فرمایا مگر مشرک، مگر مشرک، مگر مشرک (کی بخشش نہیں)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ایک کتاب اپنے پاس تحریر فرما کر رکھ لی۔ جس میں یہ تحریر تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے پاس رحمت کے سو حصے تھے ان میں سے ایک حصہ تمام جن و انس و وحوش و طیور کو عنایت فرمایا جو وہ آپس میں ایک دوسرے پر استعمال کرتے ہیں اور وحوش اپنے بچوں پر کرتے ہیں اور باقی ایک کم سو حصے (ننانوے) اپنے پاس رکھے جو اپنے بندوں پر قیامت کے روز استعمال فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کبھی اپنے اہل کے ساتھ بہتری نہ کی دوسری روایت ہے کہ اس نے اپنے نفس پر بہت زیادتی کی تھی جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھ کو جلا کر دو حصہ کر کے ایک حصہ دریا میں ڈال دینا اور ایک حصہ ہوا میں اڑا دینا۔ کیوں کہ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھ کو عذاب دیا تو اس قدر عذاب دے گا جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ الغرض اسکی وصیت کے مطابق کیا گیا اللہ تعالےٰ نے ہوا کو حکم دیا۔ اس

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

لال دین اخگر بی۔ اے بی ٹی

سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم

پروردگار عالم نے تمام مخلوقات میں انسان کو ان ملکات روحانیہ اور کمالات جسمانیہ سے نوازا ہے کہ یہی چیزیں اس کی شرافت عظمیٰ کی دلیل ہیں۔ اس کے خمیر میں فرشتوں کا سا ذوقِ عبادت بھی موجود ہے اور خلافت کبریٰ کے صفات یعنی جہانگیری کے جوہر بھی پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر ملائکہ عظام سے بھی زیادہ فرائض رکھے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کا یہ شرف اپنی نوع کے اعتبار سے تھا۔ اور اس نوع انسانی میں سے خدائے عزوجل نے انسانوں میں سب سے بڑی فضیلت انبیاء کرام کے گروہ کو عطا فرمائی ہے۔ چونکہ ہر زمانہ میں عادۃ اللہ یہی رہی ہے کہ اس وقت کے تقاضوں کے مطابق رشد و ہدایت کے علمبردار الٰہی قوتوں سے مسلح ہو کر مختلف قوموں کے سامنے خداتعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا پروگرام پیش کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادیانِ برحق نے مختلف وقتوں میں منشائے الٰہی کے مطابق اس کے فرامین کو اہل دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کائنات ارضی کی آبادی چونکہ علاقائی امتیازات اور زبانوں کے اختلافات کی بنا پر مختلف بستیوں میں بٹی ہوئی تھی۔ لہٰذا خدائے دو جہان کی طرف سے ان بستیوں کے اُم القریٰ میں رسول اور نبی آتے رہے اور یہ سلسلہ نبوت و رسالت رسول انس و جان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مبارک بعثت تک جاری رہا۔ پروردگار عالم نے قرآن حمید میں اس حقیقت کو آیات بینات سے واضح کر دیا ہے کہ رسول ہاشمیؐ تمام روئے زمین کی قوموں نسلوں اور قیامت تک کی تمام جن و انس کی آبادیوں کے لئے آخری ہادی ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا اور ہم نے آپ کو قیامت تک کی نسلوں کے لئے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ خالق اکبر نے آپ کو سید الاولین والآخرین بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا آپؐ کا وجود پاک نبوت کے تمام کمالات کا مظہر اتم ہے۔ سیرت کا ایک ایک باب اور اس حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ اس حقیقت کا شاہد ہے کہ آپ کا ظہور قدسی انبیاء سابقین کے انوار کا جامع ہے۔ اس جگہ سیدنا نوح علیہ السلام کے سے تبلیغی ولولے موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی پیغمبرانہ استقامت، ذبیح اللہ کی تسلیم و رضا، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر و تحمل کلیم اللہ سے بڑھ کر حسن تکلم اور سیدنا عیسٰے علیہ السلام سے زیادہ مسیحائی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ یہاں حسن یوسف بھی ہے اور لحنِ داؤدی بھی ہے۔ دراصل اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات میں سے جامعیت کا تاج آپ کے سر پر رکھا ہے۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اکثر انبیاء کرامؑ نے آپ کی آمد کی پیشین گوئیاں بیان فرمائی ہیں۔ خصوصیت سے یہود و نصاریٰ آپؐ کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو آپؐ کی نبوت کے نشان بتاتے پھرتے تھے اور انہی نشانات کی شناخت پر اہل مدینہ حضور انورؐ پر ایمان لائے تھے۔ بحیرہ راہب نے آپؐ کو ابوطالب کی معیت میں تورات کی بشارات کے مطابق پہچان لیا تھا۔ خالق ارض و سما نے آپؐ کی رحمت آثار نبوت کو تمام عالمیانِ انس و جاں کے لئے رحمت و شفقت بنایا ہے اور اس حقیقت کا اعلان قرآن عزیز میں کیا گیا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس ہمہ گیر رحمت کو باین الفاظ پیش کیا ہے ؎

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
رحمۃ للعالمینے ہم بود

لہٰذا اس مناسبت سے کہ آپؐ کی رسالت کو خداوند عالم نے تمام مخلوقات کے لئے عام کر دیا ہے اور آپؐ پر نازل شدہ کتاب مبین بھی تمام مستقبلہ ادوار کے مقتضیات کو پورا کرنے والی ہے۔ وہ توحید و رسالت کے دلائل میں بے مثل ہے۔ وہ عبادات و معاملات کے تمام پہلوؤں میں آسمانی رہنمائی کی علمبردار ہے وہ اخلاقیات و معاشیات کے آداب میں بے بدل حقیقت کی حامل ہے۔ اس میں معاشرتی اور تمدنی زندگی کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مادی ترقی کے اسباب سے کمل آشنا کرتی ہے۔ یہ روحانیت کی راہوں میں قدم قدم پر صلاح و تزکیہ کے جگمگاتے ہوئے چراغ روشن کرتی ہے۔ یہ فقر و شہنشاہی کی جامعیت پر زور دیتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کی زبان سے سنئے:۔

خسروی شمشیر و درویشی نگاہ
ہر دو گوہر از محیطِ لاالٰہ
فقر و شاہی وارداتِ مصطفےٰؐ است
ایں تجلیہائے ذاتِ مصطفےٰ است

یہ دین و سیاست کی جدائی کو پسند نہیں کرتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اکمل دین و سیاست کے تمام انوار کا ایک مرقع بے نظیر ہے۔ شاعر مشرق نے قرآن حکیم کی اس روشن حقیقت کو تمام مسیحی دنیا کے سامنے بڑے ناز سے پیش کیا ہے:۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرانشیں کا
بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری

قرآنی تعلیمات نے بندہ و آقا کے تباہ کن امتیازات کو کچل کر رکھ دیا ہے وہ نسلوں کے امتیاز، علاقوں کے تفاوت، کنبوں کے تفوق کو صف اسلام پر لا کر اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا پیغام مساوات دیتی ہے ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن حکیم ہی تو ہے۔ جو معاشرے کے خاکروب سے لے کر کجکلاہ سلطنت تک کے لئے ضابطہ حیات رکھتا ہے۔ سابقہ شریعتوں کا نچوڑ اور آسمانی صحائف کا خلاصہ قرآن کے آئینے میں نظر آتا ہے۔ پہلی قوموں کی عادات مذاہب اور رسم و رواج کی ایک نہایت جامع تاریخ پیش کرتا ہے وہ نافرمانوں کے انجام بد اور فرمانبرداروں کی ابدی کامیابی کا پتہ دیتا ہے وہ اوامر و نواہی کے احکام اور ہدایت و تبلیغ کے احسن اسالیب پیش کرتا ہے۔ یہی قرآن حمید اس جامع صفات دین کا ترجمان ہے۔ جس کا اعلان رب العزت نے سرور کونینؐ کے خادموں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط "اے رسول ہاشمیؐ کے خادمو! ہم نے تمہارے دین کو ہر لحاظ سے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے اور میں تم کو کالی کملی والے محبوبؐ کے سامنے سر جھکائے ہوئے دیکھ کر

ہر طرح سے خوش ہوں۔"

پہلے پیغمبروں کے صحیفوں میں آپؐ کی سیادت اور امارت کے تذکرے موجود ہیں۔ اور ادھر فرقان حمید میں تو آپؐ کی برتری و سروری کے نغمات کا ایک ایک لفظ پیدا ہو رہا ہے۔ آپؐ کا جسمانی معراج کا بابرکت واقعہ اور پھر بیت المقدس کی سعادتوں سے بھری ہوئی سرزمین میں آپؐ کا تمام انبیاء کرام کی امامت کے فرائض ادا کرنا اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ آپ ہی سید عالم ہیں ؎

محمد عربی کآبروئے ہر دو سرا است
ہر آنکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

مناسک حج میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مقام خلت، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اطاعت و انقیاد، مائی ہاجرہ کی دلوانہ وار جاں نثاریاں اور سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ و انابت کی عاجزانہ کیفیتیں اگر اپنی پوری ہم آہنگی سے ایک دل اور ایک روح پر مسلط نظر آتی ہیں تو وہ محمد مصطفےٰؐ کا قلب اطہر اور خاتم الانبیاءؐ کی روح پاک ہے۔

انبیاء سابقین کے معجزات کا تعلق دنیا کی چیزوں سے رہا ہے۔ مگر آپؐ کو خدائے برتر نے شق القمر کا معجزہ عطا فرما کر تمام بندوں پر واضح کر دیا ہے کہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی وسعت تحت الثرٰی سے فلک الافلاک تک پھیلی ہوئی ہے اور یہ وہ فضیلت ہے جو اوّلین اور آخرین میں کسی اور کو عطا نہیں کی گئی۔

قرآنی آیات کی متعدد شہادتیں موجود ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو خاتم الانبیاء بنایا ہے اور خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی مختلف موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (نبوت کا سلسلہ ختم کرنے والا میں ہوں اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)

اس مبارک حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دعائے خلیل اور نوید مسیحا بن کر آگئے۔ لہٰذا آپؐ کی شریعت کا اجراء قیامت تک رہے گا۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی دلیل ہے اور ہر وہ متنفس جو اپنے پروردگار کی محبت کا دعویدار ہے وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرے۔ آپؐ کا لایا ہوا دین اسلام تمام ادیان سابقہ کا ناسخ ہے آپؐ کی اُمت آخری اُمت ہے اور خیر الامم کے مبارک لقب سے ملقب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میں قیامت کے دن تمام اولاد آدمؑ کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر آؤں گا۔ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ مجھے شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا اور سب سے پہلا میں ہی ہوں گا جس کی شفاعت شرف قبولیت حاصل کرے گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپؐ کے لئے نبوت کس وقت مقرر ہوئی۔ فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا۔

ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ تمام انبیاء علیہم السلام پر مجھ کو چھ باتوں میں خصوصی فضیلت دی گئی ہے۔

مجھ کو ایسا کلام عطا فرمایا جس کے الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں۔ مجھ کو رعب و جلال مرسلانہ سے نوازا گیا۔ مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا۔ تمام روئے زمین کو میری نماز کے ادا کرنے کے لئے پاک کیا گیا اور سب سے آخری جملہ فرمایا۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ مجھ کو تمام مخلوق کی طرف خواہ وہ ستاروں میں آباد ہو رسول بنا کر بھیجا گیا اور میری بعثت کے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع کیا گیا۔

یہ اور اس قسم کے ہزاروں دلائل و شواہد موجود ہیں۔ جن کی روشنی میں ایک صاحب ایمان دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ عبداللہ کے دُرِّ یتیم اور آمنہ کے لال کا مثیل اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ یہاں سید الملائکہ کو دربانی کا شرف حاصل ہے اور قیامت کے دن تمام انبیاء کرامؑ خلق خدا کو در مصطفےٰؐ پر حاضر ہونے کے لئے کہیں گے۔ لہٰذا اولاد آدم آقائے انس و جاں کی خدمت اقدس میں طلب شفاعت کے لئے حاضر ہوگی اور پھر یہ رسول ہاشمیؐ ہی ہوں گے جن کو مقام محمود کی جلوہ گری اور کوثر کی ساقی گری کا عزو شرف حاصل ہوگا ہم اپنے دلائل کا اختتام علامہ اقبال مرحوم کے دو بندوں پر کرتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

یہ کہہ کر آگے فرماتے ہیں :۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں دامن کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ دیکھے

اس ضمن میں ارشاد نبوی بھی سنئے جس سے آپؐ کا سرور کونین ہونا بطریق احسن ثابت ہوتا ہے۔

بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ (میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا آدمؑ اور ان کے سوا (جتنے انبیاءؑ ہیں) سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔

بقیہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ۔ (صفحہ ۱۵ سے آگے)

نے تمام اجزاء جمع کر دیے۔ پھر اس سے ارشاد کیا تو نے کس واسطے یہ فعل کیا تھا۔ اس نے عرض کیا اے رب تو خوب جانتا ہے۔ تیرے خوف سے یہ فعل کیا تھا۔ پس بخشدیا اللہ نے اس کو (بخاری و مسلم)

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہ دلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کو بھی نہیں، فرمایا مجھ کو بھی نہیں البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے (تو امید ہے) تم لوگ پختگی کے ساتھ عمل کرو اور متوسط طریقہ عملوں کا اختیار کرو۔ اور صبح و شام عمل کرتے رہو کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا اور نہ دوزخ سے بچائیگا حتیٰ کہ مجھ کو بھی نہیں (لیکن) خدا کی رحمت سے امید ہے۔

(مشکوٰۃ باب استغفار)

ضروری اعلان

ہمیں دفتر کے لئے مندرجہ ذیل تاریخوں کے پرچوں کی ضرورت ہے جن حضرات کے پاس موجود ہوں اور ان کو خود ضرورت نہ ہو وہ ہمیں فوراً بھجوا دیں قیمت کا تصفیہ بعد میں ہو سکتا ہے۔

۱۔ ۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء — ۲۔ ۱۹ اگست ۱۹۵۵ء
۳۔ ۳ فروری ۱۹۵۶ء — ۴۔ ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ء
۵۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء — ۶۔ ۸ فروری ۱۹۵۷ء
۷۔ ۲ جنوری ۱۹۵۹ء — ۸۔ ۹ جنوری ۱۹۵۹ء
۹۔ ۶ فروری ۱۹۵۹ء — ۱۰۔ ۱۳ مارچ ۱۹۵۹ء

منیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور

قریشی عبدالغفور صاحب سرگودھا

آفتابِ رسالت کا طلوع

آج سے چودہ سو سال بیشتر دنیائے کائنات گمراہی اور ضلالت میں مبتلا تھی۔ ہر طرف بے حیائی، بدمعاشی، ڈاکہ زنی، چوری عروج پر تھی۔ ہر فرمانروا فرعون و نمرود بنا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں میانوں سے نکل آتیں۔ ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہوتا تھا، عصمت و عفت کے الفاظ بے معنی تھے۔ تہذیب و شرافت، حق و انصاف بلکہ تمام اخلاق حسنہ وادیٔ عدم میں گم ہو چکے تھے۔ عرب کی یہ حالت تھی کہ ہر ایک قبیلے کا علیحدہ علیحدہ بت ہوتا تھا جس کے سامنے لوگ اپنی حاجتیں مانگتے تھے۔ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا تھا اور اس کے پیدا ہوتے ہی درگور کر دیا جاتا تھا۔ غرض ہر سمت ظلمت و تاریکی چھا چکی تھی۔ جب یہ ظلمت و تاریکی شباب کو پہنچکر شب بن گئی۔ جہالت کی تاریکی نے عالمگیر رنگ حاصل کر لیا تو غیرتِ حق جوش میں آئی۔ یکایک اسی عرب کے ایک قریہ یعنی مکہ مکرمہ سے آفتابِ رحمت دوعالم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا طلوع ہوا جن کے نور سے ظلمت کے گھنے بادل صاف ہو گئے اور مطلع عالم مطلع انوار بن گیا۔ شہنشاہ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی سے قیصر و کسریٰ کے آسمان بوس ایوان زمیں بوس ہو گئے۔ مختصر یہ کہ اس دیر کہن کے تمام بت سجدہ میں گر کر اللہ احد کہنے لگے اور رحمتِ ایزدی کے ترشح سے روئے زمین کا ذرہ ذرہ امن و اطمینان کا سانس لینے لگا۔

اس ظہور قدسی کی تقریب ہر سال ۱۲۔ ربیع الاول کو ہوتی ہے۔ اس مبارک موقع پر نمائش سے بالکل علیحدہ ہو کر صحیح معنے میں اسلامی تعلیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر علماء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر بتاتے ہیں کہ اس محسن اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمیں کیا سبق دیتا ہے۔ ہم ان کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کریں اور لائحہ عمل بنائیں تو دنیا جہاں کی کامیابیاں ہمارے قدم چومنا باعث سرفرازی سمجھیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ بچپن نہایت سادہ اور سنجیدہ تھا لغویات سے ہر وقت پرہیز کرتے تھے۔ لڑائی اور جھگڑے سے ہر وقت اپنے آپ کو دور رکھتے تھے اور دوسروں کو دور رہنے کی تلقین فرماتے۔ اُمّی ہونے کے باوجود قدرت نے عقل سلیم عطا فرمائی تھی۔ نیک و بد میں امتیاز کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ قدرت نے صحیح مذاق عطا فرمایا تھا۔ پیغمبری سے قبل پیغمبرانہ خصائل موجود تھے۔ غریبوں، بیکسوں اور یتیموں کے ہمدرد و غم خوار تھے۔ دوستوں میں اچھے دوست، شہریوں میں اچھے شہری آپؐ بیک وقت پیغمبر بھی تھے اور فرماں روا بھی، سپہ سالار بھی اور مدبر بھی۔ آپؐ کی دیانت اور امانت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ الامین کا خطاب قوم نے دے دیا تھا۔ اگرچہ یہودی آپؐ کے سخت دشمن اور آپؐ کے خون کے پیاسے تھے مگر وہ بھی اپنے مقدمات دربار رسالت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں لاتے۔ آپؐ ان کی شریعت کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے تھے جود و سخا میں اپنی نظیر آپؐ تھے۔ آپؐ کا ابر کرم دوست و دشمن پر برابر برستا تھا دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آقا و غلام، امیر و غریب، چھوٹا بڑا سب یکساں تھے۔

آپؐ کا حسن حسن یوسفؑ سے بدرجہا زیادہ تھا۔ اس رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہ کوئی زبان کر سکتی ہے، نہ کوئی قلم لکھ سکتی ہے۔ قلمیں ختم ہو جائیں گی۔ زبانیں بند ہو جائیں گی۔ لیکن اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ختم نہیں ہو سکتی۔ ظہور اسلام سے قبل غلاموں کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا ان کی کھالیں ادھیڑ ادھیڑ کر ان میں بھوسا بھر دیا جاتا تھا گرم لوہے سے داغ دیئے جاتے تھے دنیا میں ان کی فریاد سننے والا ان کا ساتھی ان کا غمگسار کوئی نہ تھا۔ سارے عالم میں جس حقیقی مساوات کا عملی نمونہ فرزندان اسلام نے پیش کیا اس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم کوئی مذہب نہیں پیش کر سکتا اسلام نے عملی طور پر شاہ و گدا، محمود و ایاز کو ایک صف میں لا کر کھڑا کر دیا۔

طہارت و پاکیزگی اس درجہ پر پہنچا دی جس پر آج عروج کی منازل طے کرنے کے بعد بھی مغرب نہیں پہنچ سکا۔ غلامان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی قلیل عرصہ میں کرۂ ارض کے تین چوتھائی حصہ پر اسلام کا پرچم لہرا دیا اور دنیائے کائنات کی تمام بڑی بڑی طاقتیں ان کے قدموں پر جھک گئیں۔ اس لئے کہ انھوں نے اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو عملی رنگ میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان و جلالت و بزرگی سے متاثر ہو کر دشمنان اسلام بھی سرنگوں ہو گئے اور حق و صداقت کے مداح اور معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ ایک انگریز مورخ مارس ڈاڈ لکھتا ہے۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وہی تھے جو ایک شریف عرب کے ہو سکتے ہیں۔ آپ امیر و غریب کی یکساں عزت کرتے تھے۔ اور اپنے گرد و پیش کے لوگوں کی خدمت کا خیال رکھتے تھے۔"

اس طرح ایک اور انگریز مورخ گبن لکھتا ہے اُسلامی تعلیمات فلاح و بہبودی عامہ کا معدن ہیں اور ان کی ترغیبت مؤثریت نے نہ صرف عرب بلکہ دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور پیدا کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کے بانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل انسان تھے۔"

ایک اور مورخ یوں لکھتا ہے "پیشوائے دین اسلام (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیا کو بے شمار سبق پڑھاتی ہے اور آپ کی زندگی کا یہ پہلو دنیا کے لئے ایک مفید ترین سبق ہے۔ بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ، سوچنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو۔"

ان حقائق کی روشنی میں ہمارا یہ دعویٰ کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ دنیا میں کوئی قوم اس انسانیت کاملہ کی نظیر پیش نہیں کر سکتی

آخر میں اس عاجز کی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بچوں کا صفحہ

کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

حکایات الصالحین

حضرت ذوالنون مصریؒ (جو اکابر مشہور صوفیہ میں ہیں) فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا۔ مجھے ایک نوجوان نظر پڑا۔ جس کے چہرے پر ڈاڑھی کی دو لکیریں تھیں (یعنی نکلنی شروع ہی ہوئی تھی) مجھے دیکھ کر اس کے بدن میں کپکپی آ گئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا۔ میں نے کہا۔ میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں (جن تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا دوڑتا اور بھاگتا ہے)۔ وہ کہنے لگا کہ تم (انسانوں) ہی سے تو بھاگتا ہوں۔ میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی کہ ذرا کھڑا ہو جائیے وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوچھا کہ تو اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے۔ تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا۔ کہنے لگا نہیں۔ میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے۔ (میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا) میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے۔ میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا وہ بھی موجود ہے۔ میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا۔ جس نے میری ماں کے پیٹ میں مجھے روزی دی۔ اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہیئے۔ اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ دن کے روزے رکھنے میں مدد ملتی ہے اور (بدن کی قوت سے) مولیٰ کی خدمت (عبادت) بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے اور میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا اور وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ کے ولی کے لئے کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا۔ کہ اس کی کوئی جائداد ہو۔ وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے۔ جس میں وہ پہلے سے تھا۔ وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کرلے۔ اس لئے کہ رحمان کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی۔ (وہ بڑی فخر کی چیز ہوتی ہے) وہ جب اپنے رب سے باتیں کیا کرتا ہے۔ تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ! میرا دل اُڑا جا رہا ہے (اس کی تو خبر لے) وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو (جنت میں) یاقوت کا گھر چاہیئے۔ جس میں حوریں رہتی ہوں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھلوں کی آرزو ہے۔ میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے۔ اس کا مجھ پر احسان کر دے یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔ (روض)

حضرت ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا۔ جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگا وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے اس کو ساتھ لے لیا۔ ہم سات دن تک چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا) ساتویں دن اس نصرانی نے کہا اے محمدی کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ (کئی دن ہو گئے۔ کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما۔ میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا۔ جس میں روٹیاں۔ بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے کھایا۔ پانی پیا اور [illegible] دن تک چلتے رہے۔ ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی [illegible]) جلدی کرکے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ۔ اب کہ تمہارا نمبر ہے۔ وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دُعا کرنے لگا۔ جب ہی دو خوان جس سے ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی۔ سامنے آ گئی۔ مجھے بڑی غیرت آ گئی۔ میرا چہرہ فق ہو گیا۔ اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا۔ مگر میں عذر ہی کرتا رہا۔ اس نے کہا کہ تم کھاؤ۔ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا۔ جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینکدیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دُعا کی تھی وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدیؐ کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تو ہمیں کھانا دے اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ پھر آگے چل دیئے۔ آخر مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کیا۔ اور وہ نومسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا۔ وہیں اس کا انتقال ہوا۔ غفر اللہ لہٗ (روض)

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں۔ جن کو وہ ملتی ہے۔ وہ اپنی بیوقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے ہماری کوشش کا نتیجہ ہے۔ احادیث میں کثرت سے مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء کے طفیل (اکثر) روزی دی جاتی ہے۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں۔ جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دوسروں کا طفیل ہوتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا۔ جب میں اس کو لایا تو میں نے اس سے پوچھا۔ تمہارا کیا نام ہے۔ کہنے لگا کہ جو نام آقا رکھیں

ایڈیٹر
عبد المنان
جوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی ... تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم وجیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

میں نے پوچھا کہ تم کیا کام کرو گے۔ کہنے لگا میرے آقا جو آپ حکم دیں گے۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو تاکہ میں تمہاری خاطر اس کا فکر کروں۔ کہنے لگا۔ میرے آقا جو آپ کھلائیں گے۔ میں نے پوچھا۔ تمہارا بھی کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے۔ کہنے لگا۔ آقا کے سامنے غلام کی خواہش کیا چیز ہے۔ جو آقا کی مرضی ہے۔ وہی غلام کی خواہش ہے۔ اس کا یہ جواب سن کر مجھے رونا آگیا۔ اور مجھے یہ خیال آیا کہ میرا بھی تو میرے مولیٰ (جل جلالہٗ) کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہیئے میں نے اس سے کہا کہ تم نے تو مجھے اپنے آقا (تعالیٰ ذکرہٗ) کا ادب کرنا سکھا دیا۔ اس نے اس پر دو شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر تیرے کسی بندہ کی خدمت مجھ سے پوری پوری ادا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ پس تو محض اپنے فضل سے میری کوتاہی اور غفلت کو معاف کر۔ اس لئے کہ میں تجھے بڑا محسن اور بڑا رحیم سمجھتا ہوں۔ (روض)

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔